Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
جلد ۷۷/۴۲ ہفتہ ۲۱ شوال ۱۴۱۲ھ - ۲۵ شہادت ۱۳۷۱ ہش - ۲۵ اپریل ۱۹۹۲ء نمبر ۹۵

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی کی صحت کیلئے خصوصی درخواست دعا

جیسا کہ احباب کو علم ہے محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کچھ عرصہ سے بعارضہ قلب بیمار ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اب ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق آپ خدا کے فضل سے رُوبصحت ہیں۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ محترم صاحبزادہ صاحب کی مکمل شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

قرارداد تعزیت

مجلس انصاراللہ بھارت ۔ قادیان

مورخہ ۳۔ اپریل کی صبح لندن سے بذریعہ فون یہ اطلاع موصول ہوئی کہ محترمہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رات بارہ بجے کے بعد رحلت فرماگئیں ہیں۔

آپ کے اندوہناک سانحۂ ارتحال سے خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور عالمگیر جماعت احمدیہ میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ جسے پُر کرنا محال ہے۔ ہم اپنے رب کی تقدیر پر راضی رہتے ہوئے اپنے پیارے امام حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نیز حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ اور حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ۔ حضور کی چاروں صاحبزادیوں اور دونوں دامادوں نیز خاندان حضرت اقدس کے جملہ افراد کی خدمت میں دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت بیگم صاحبہ کے درجات بلند کرے۔ اپنے قربِ خاص میں جگہ دے۔ اور ہمارے پیارے امام اور حضور کی صاحبزادیوں اور تمام افراد خاندان حضرت اقدس نیز ساری عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد کو صبرِ جمیل کی توفیق دے اور حضرت بیگم صاحبہ کے انتقالِ پُرملال کی وجہ سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے، اس کو اپنی برکتوں اور رحمتوں سے پورا فرمائے۔

لجنہ اماءاللہ بھارت و قادیان

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کو خواتینِ مبارکہ میں شمولیت کا غیر معمولی شرف حاصل ہوا۔ اقارب اور خواتینِ جماعت سے حُسنِ سلوک اور اولاد کی نیک پرورش میں آپ اسوۂ حسنہ کے طور پر یاد رکھی جائیں گی۔

ہم لجنہ اماءاللہ اور ناصرات الاحمدیہ بھارت و قادیان

کی نمائندگی میں سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ حضور کی اولاد اور خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے دلی تعزیت کرتی ہیں نیز دست بدعا ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوحہ کو درجاتِ عالیہ سے نوازے حضور و حضور کی اولاد اور خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور تمام جماعتِ احمدیہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور اور سب پسماندگان اور جماعت کا اس بھاری صدمہ میں حافظ و ناصر ہو۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل جماعتی اداروں اور تنظیموں نے بھی انہی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے تعزیتی قراردادیں پاس کر کے بھجوائی ہیں:۔

۱۔ ممبرات لجنہ اماءاللہ دارالصدر شرقی نمبر ا ربوہ
۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ۔
۳۔ کارکنان دفتر لجنہ اماءاللہ پاکستان و کارکنان ماہنامہ مصباح۔
۴۔ جماعت احمدیہ باٹا پور ضلع لاہور۔
۵۔ جماعت احمدیہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ۔
۶۔ جماعت احمدیہ حلقہ ٹاؤن شپ لاہور۔
۷۔ ممبران جماعت احمدیہ ظفروال ٹرانڈہ ضلع نارووال۔
۸۔ جماعت احمدیہ سعد اللہ پور ضلع گجرات۔
۹۔ جماعت احمدیہ ماناوالا ۲۰۳ ر۔ ب ضلع فیصل آباد۔
۱۰۔ مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد۔
۱۱۔ مجلس انصاراللہ فضل عمر فیصل آباد شہر۔
۱۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ جوٹیہ گوٹھ احمدیہ ضلع خوشاب۔
۱۳۔ ممبرات لجنہ اماءاللہ شہر و ضلع سرگودھا
۱۴۔ لجنہ اماءاللہ شہر و ضلع بہاول پور۔
۱۵۔ لجنہ اماءاللہ ملتان۔
۱۶۔ لجنہ اماءاللہ گوجرانوالہ شہر
۱۷۔ لجنہ اماءاللہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی۔
۱۸۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ دارالحمد فیصل آباد۔
۱۹۔ ممبران عاملہ و اراکین مجلس خدام الاحمدیہ گلشن پارک لاہور۔
۲۰۔ مجلس خدام الاحمدیہ بہاول نگر شہر۔
۲۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع بہاول نگر۔
۲۲۔ مجلس انصاراللہ دارالذکر لاہور۔
۲۳۔ مجلس انصاراللہ جماعت احمدیہ نواب شاہ
۲۴۔ مجلس انصاراللہ عزیز آباد کراچی۔
۲۵۔ مجلس انصاراللہ ضلع لاہور۔
۲۶۔ مجلس انصاراللہ ضلع شیخوپورہ۔
۲۷۔ اہالیان حلقہ بیت بلال دارالصدر جنوبی ربوہ
۲۸۔ جماعت احمدیہ پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

بچپن میں ہی اپنی اولاد کے اخلاق کی اصلاح کرو

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت فضلِ عمر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

"یہ کہہ دینے سے کہ بچہ بڑا ہو کر خود سمجھ جائے گا۔ یہ معنے ہیں کہ اس بہانہ سے ہم اپنی اولاد کی تربیت اور اس کے اخلاق کی نگرانی نہیں کرنا چاہتے اور اس بات کو اپنی بے جامحبت کی وجہ سے اس کے لئے تکلیف دہ خیال کرتے ہیں حالانکہ دُنیا کی کوئی قوم بھی اگر اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاق کی درستی کا خیال نہیں رکھتی تو وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یورپ کے لوگوں نے اس گر کو خوب سمجھا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاق کی نگرانی نہ کریں گے تو ہماری قومی زندگی اور قومی ترقی بحال نہیں رہ سکتی۔ ان کے چھوٹے بچے ماں کے ساتھ گرجوں میں جاتے ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ وہاں اُونچی آوازیں نکالیں۔ عبادت گاہوں کا ایسا احترام ان کے دلوں میں بٹھایا ہوتا ہے کہ وہ ذرا شور و غل نہیں کرتے اور اگر کوئی بچہ شور کرے تو ماں باپ فوراً اسے وہاں سے لے جاتے اور اس طرح تنبیہہ کرتے ہیں کہ پھر وہ شور نہ کرے۔

آپ لوگ اپنی ارد گرد اور آس پاس کی قوموں کو دیکھیں کہ وہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اپنی اولاد کی تربیت کا کس قدر خیال رکھتے ہیں۔ یورپ میں میں نے دیکھا۔ جو لوگ ہمیں ملنے کے لئے آتے ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہوتے لیکن ذرا کسی بچے نے رونی صورت بنائی اور وہ گھبرا گئے۔ ذرا دیکھا کہ بچہ گھبرا گیا ہے اور رونے یا آواز نکالنے لگا ہے تو وہ جھٹ اس کو مجلس سے اُٹھا کر لے جاتے۔ بعض دفعہ ہم نے کہا بھی کوئی حرج نہیں ٹھہریں۔ مگر انہوں نے کہا۔ بچہ آواز نکالے گا۔ جس سے دوسرے برا منائیں گے اور ان کو تکلیف ہوگی۔ ایک دفعہ ہم جھنڈی دیکھنے کے لئے گئے جو ہندوستانی سپاہیوں کی یادگار میں بنائی گئی ہے۔ سمندر کے کنارے چار پانچ ہزار آدمی جمع تھے اور ہزار بارہ سو لڑکے لڑکیاں ہوں گے مگر بالکل خاموشی کا عالم تھا کوئی بات بھی کرتا تھا تو آہستہ سے۔ لیکن ہمارے ہاں معمولی اجتماع میں بھی ایک شور برپا ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مساجد میں بچوں کو نماز کے لئے لے جاؤ تو پیچھے کھڑا کرو مگر بعض ماں باپ خود انگلی پکڑ کر بچے کو اپنے ساتھ صف میں کھڑا کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی وجہ یہی ہے کہ آخر بچہ بچہ ہی ہے وہ بے چینی اور گھبراہٹ اور بچپن کی حرکات

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۵۔ شہادت ۱۳۷۱ ہش ۔ ۲۵۔ اپریل ۱۹۹۲ء

اخلاق کی برتری

انفرادی اخلاق کا اجتماع ہی قومی اخلاق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آخر افراد ہی قوم بناتے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کے تمام افراد ایک جیسے ہوں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات صد فی صد درست ہے کہ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی اخلاق ہوتا ہے اور وہ اس لئے کہ اس قوم کی اکثریت کا وہ اخلاق ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس اخلاق پر پورا نہ اترے تو فوراً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ کیسا شخص ہے دوسروں سے مختلف اور اخلاق کے فقدان کی وجہ سے دوسروں سے کمتر۔

اگر افراد اپنے اخلاق درست کر لیں تو قوم نیک نام ہو جاتی ہے۔ اور جب ہم قوم کے اخلاق کا ذکر کرتے ہیں تو دراصل افراد کے مجموعے کے اخلاق کا ذکر کرتے ہیں۔ پس قومی اخلاق کی ذمہ داری افراد پر ہے۔ اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ــــ نہ کسی کو یہ کہنا چاہیئے ــــ میں ایک فرد ہوں۔ میرے اخلاق سے قوم کے اخلاق پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ فرق پڑتا ہے اور ضرور پڑتا ہے۔ کم از کم یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ آخر بات کہیں سے تو شروع ہونی چاہیئے۔ اچھے اخلاق کا اظہار کسی ایک شخص سے شروع ہو گا تو آگے بڑھے گا اور اس کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے ساری قوم پر محیط ہو جائیگا۔

اس سلسلہ میں ایک نکتہ یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اعلیٰ اخلاق والی قوم کبھی ادنیٰ اخلاق والی قوم کے زیر نہیں ہو سکتی۔ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی اور کبھی مار نہیں کھا سکتی۔ اس بات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی قوم دوسروں سے کمتر سمجھی جاتی ہے تو چاہیئے کہ وہ قوم اپنے اخلاق درست کر لے اور وہ قومیں جن سے وہ کمتر سمجھی جاتی ہے ان سے اخلاق میں برتری حاصل کر لے۔ ایسا کرنے سے یقیناً کیفیت بدل جائے گی۔ وہ نہ صرف کمتر نہ رہے گی بلکہ بہتر ثابت ہو گی۔

پس ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے اخلاق کو بہتر سے بہتر بناتے رہیں اور انسانیت کے شرف کو اپنے اخلاق سے ظاہر کرنے والے ہوں اور اس طرح آزادی کی نعمت میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

دوستوں میں بیٹھ کر باتیں کریں
یا کتابوں سے لگائیں اپنا دِل
یاد رکھنے کی ہے اک چھوٹی سی بات
راستی ہے زندگی کی آب و گِل

ابوالاقبال

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر مَیں خدا چاہتا ہوں

مَیں اپنے سیہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق! وفا چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کر دے ہر خشک پودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بَیر ہرگز نہیں ہے کِسی سے
مَیں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پُتلا
مَیں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

نِکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
مَیں اس کا بھی دل سے بَھلا چاہتا ہوں

مرے بال و پَر میں وہ ہمّت ہے پیدا
کہ لے کر قفس کو اُڑا چاہتا ہوں

کبھی جس کو رِشیوں نے مُنہ سے لگایا
وہی جام اب مَیں پِیا چاہتا ہوں

رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش
مگر مَیں تو کرب و بَلا چاہتا ہوں

دکھائے جو ہر دَم ترا حُسن مجھ کو
مری جاں! مَیں وہ آئنہ چاہتا ہوں

(کلامِ محمود)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ کی سلامتی ہمیشہ آپ پر نازل ہو) فرماتے ہیں
"اب تم کو چاہیئے کہ برائیوں سے بچنے کے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ بچے رہو۔ جو شخص بہت دعا کرتا ہے اس کے واسطے آسمان سے توفیق نازل کی جاتی ہے کہ گناہ سے بچے اور دعا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ اسے مل جاتی ہے ... قرآن کو بہت پڑھنا چاہیئے اور پڑھنے کی توفیق خدا تعالےٰ سے طلب کرنی چاہیئے۔ کیونکہ محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر محمد جلال شمس

مکرم شناسی حسن صیبر صاحب

ہمارے ایک ترک احمدی بھائی اور بزرگ مکرم شناسی حسن صیبر صاحب گذشتہ سال ماہ دسمبر کے اواخر میں ترکی کے شہر ازمیر میں بیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

مکرم ومحترم شناسی حسن صیبر صاحب (SINASI HASAN SIBER) قبرصی ترکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۱۹۰۹ء میں قبرص کے شہر ماغوسہ (FAMAGUSTA) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تعلیم ماغوسہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ تعلیم کی غرض سے استنبول چلے گئے اور قاباطاش (KABATAS) سیکنڈری سکول سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ یونیورسٹی کی تعلیم آپ نے انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات والسنہ شرقیہ میں حاصل کی۔ یونیورسٹی میں مسٹر عبدالرب یلغار نامی ایک ہندوستانی آپ کے زبان فارسی کے استاد تھے۔ ۱۹۴۱ء میں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے وزارت خارجہ ترکی میں ترجمان کے طور پر کام کیا۔ بعد ازاں وزارت تعلیم میں بھی خدمات سر انجام دینے کا موقع میسر آیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ملٹری سکول میں انگلش ٹیچر کے طور پر بھی فرائض سرانجام دیئے۔ اسی طرح بنک آف انوسٹمنٹس (BANK OF INVESTMENTS) میں بھی مصروف کار رہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ ایک اعلیٰ سطحی سرکاری وفد کے ساتھ امریکہ تشریف لے گئے اور سان فرانسسکو میں قیام فرمایا۔ علاوہ ازیں آپکو مختلف فرائض کی انجام دہی کی خاطر دو مرتبہ انگلستان جانے اور لمبا عرصہ وہاں قیام کرنے کا موقع بھی ملا۔ اسی طرح آپ سوئٹزرلینڈ بھی تشریف لے گئے اور کافی عرصہ تک وہاں مقیم رہے۔ آپ کی عمر کا زیادہ حصہ وزارت خارجہ کے شعبہ مطبوعات و ترجمہ میں بسر ہوا۔ چنانچہ آپ ۱۹۳۳ء سے لے کر ۱۹۵۶ء تک مسلسل وزارت خارجہ میں سرکاری ترجمان کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ایک موقع پر آپنے ڈاکٹر ذکی ولیدی طوغان (DR ZEKI VELIDI TOGAN) کی ایک کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ صاحب استنبول یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے آپ کو یونیورسٹی میں لیکچرر شپ کی پیشکش کی لیکن آپ نے خرابی صحت نیز بعض اور وجوہات کی بناء پر معذرت کر دی۔

مکرم شناسی صاحب کے چار بہن بھائیوں میں سے ایک بھائی مکرم حمدی صاحب وفات پا چکے ہیں۔ حمدی صاحب ڈاکٹر تھے۔ ۱۹۶۹ء میں ان کی وفات ہوئی دوسرے بھائی مکرم محمود صاحب انقرہ میں مقیم ہیں اور اس وقت دیوان محاسبات (AUDIT DEPARTMENT) میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ تیسرے بھائی مکرم کمال صاحب I.M.F (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ) سے ریٹائر ہونے کے بعد اس وقت ورلڈ بنک (WORLD BANK) میں کام کر رہے ہیں اور فلپائن میں مقیم ہیں۔ مکرم شناسی حسن صاحب کی ہمشیرہ محترمہ سویم خانم (SEVIM KHANIM) صاحبہ انقرہ میں ہیں۔

مکرم شناسی حسن صاحب کو قبول احمدیت کی توفیق مکرم سید برکات احمد صاحب کے ذریعہ نصیب ہوئی۔ آپ ۱۹۴۸-۴۹ء میں ہندوستان کے پریس اتاشی تھے۔ بعد میں آپ نے سوئٹزرلینڈ، ٹرینیڈاڈ، پورٹ آف سپین اور دیگر کئی ملکوں میں انڈین ہائی کمشنر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ مکرم شناسی صاحب کو شروع سے ہی مطالعہ اور تحقیق کا شوق تھا۔ اسی غرض سے آپ برٹش قونصلیٹ جایا کرتے تھے اور قونصلیٹ کے کتب خانہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں کے ساتھ دینی مسائل پر گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔ (محترم شناسی حسن صاحب کا بیان ہے) "میں سمجھ گیا کہ یہ جماعت حقیقی معنوں میں تقویٰ شعار جماعت ہے۔ اس جماعت کے افراد بلند ہمت اور اولو العزم ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں دین حق کی خاطر طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی صبر و رضا اور توکل علی اللہ سے کام لیتے ہیں۔ یہ جماعت بظاہر چھوٹی سی ہے لیکن فولاد کی طرح مضبوط ہے۔ دین حق کی راہ میں مال، جان، عزت، وقت ہر چیز قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس جماعت نے اشاعت دین حق کی خاطر دنیا کے بیشتر ملکوں میں مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ اور یہ جماعت مربی بھیج کر دنیا میں دین حق کو سربلند کرنے میں مصروف ہے تکلیف اور اذیت کے مقابلہ میں صبر سے کام لینا اس جماعت کی خصوصیت ہے۔

میں نے مختلف انگریزی تراجم قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک محمد مارماڈیوک پکتھال (MOHAMMAD MARMADUKE PICKTHALL) کا انگریزی ترجمہ قرآن اچھا ہے۔

میں نے قبول احمدیت سے قبل ہی سیدنا حضرت فضل عمر اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو کی بعض کتابوں کا انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کیا تھا۔ سب سے پہلی کتاب جس کا میں نے ترجمہ کیا وہ "انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن" ہے۔ مسٹر توفیق ارسن ڈائریکٹر پبلیکیشنز محکمہ اوقاف و امور دینیہ حکومت ترکی نے مجھ سے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کو کہا تھا۔ میں نے اٹھارہ دن میں ترجمہ کا کام مکمل کر لیا تھا۔ یہ ترجمہ وزارت اوقاف اور امور دینیہ حکومت کی کی طرف سے دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا تھا۔ لیکن جلد ہی نایاب ہو گیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد میں نے "نظام نو" کا بھی انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی محکمہ امور دینیہ حکومت ترکی کی طرف سے شائع کیا گیا تھا اب یہ بھی نایاب ہے۔"

خاکسار راقم عرض کرتا ہے کہ مکرم شناسی حسن صاحب کے ساتھ متعدد مرتبہ ازمیر میں ان کے مکان پر ان سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ ریٹائر ہونے کے بعد ازمیر میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کا اپنا ذاتی مکان نہیں تھا اس لئے کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ اور زیادہ تر مطالعہ کتب اور تلاوت قرآن کریم میں مصروف رہتے آپکی اہلیہ محترمہ صبیحہ خانم صاحبہ (SABIHA KHANIM) کی وفات ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔ آپ نہایت ہی نیک دل اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی دفعہ مکرم شناسی حسن صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو ان کی اہلیہ صاحبہ نے ایک ماں کی طرح عاجزی سے ساتھ شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا۔ آخری عمر میں علالت طبع کے باعث چل پھر نہ سکتی تھیں۔ تاہم مجھے یاد ہے کہ ایک بار جب میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو مکرم شناسی صاحب کو آواز دے کر کہنے لگیں کہ شمس کو دودھ والا قہوہ تیار کر کے دیں۔ ان کی اس مہمان نوازی کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ علالت طبع کے باعث مہمان کا اس قدر خیال رکھنا یہ بتاتا ہے کہ آپ کن اوصاف حمیدہ کی مالک تھیں آپ نے بھی بیعت کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپکو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔

خاکسار جب بھی ازمیر گیا اور مکرم شناسی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپکو ہمیشہ قرآن کریم کے انگریزی تراجم کے تقابلی مطالعہ میں مصروف پایا۔ ایک بڑے میز پر چھ سات تراجم رکھے ہوتے تھے ہر وقت تقابلی مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ بہت اعلیٰ درجہ کی انگریزی جانتے تھے۔ اور مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی انگریزی میں مہارت کے معترف ہیں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مکرم چوہدری صاحب کی انگریزی اتنی اعلیٰ ہے کہ انگریزوں کو سبق دے سکیں۔ مکرم شناسی صاحب کا علم بہت وسیع تھا۔ دعوت الی اللہ کا بے حد شوق رکھتے تھے ایک بار خاکسار ماریشس کے ایک غیر از جماعت طالب علم کو ساتھ لے کر مکرم شناسی صاحب کے ہاں گیا۔ آپ نے ماریشس کا نام سنتے ہی بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ایک خوشنما جزیرہ ہے اور براعظم افریقہ میں شامل ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دعوت الی اللہ شروع کر دی اور بتایا کہ دین حق کی صحیح جوش اور جذبہ کے ساتھ اگر کوئی جماعت خدمت کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ اس طالب علم دوست نے بعد میں حیرت کے ساتھ مجھے بتایا کہ ماریشس کا اکثر لوگ نام تک نہیں جانتے۔ لیکن مکرم شناسی صاحب کی معلومات اس چھوٹے سے ملک کے بارہ میں بے حد وسیع ہیں۔

مکرم شناسی صاحب انگریزی کے علاوہ فارسی بھی بہت عمدہ جانتے تھے اور کسی حد تک عربی زبان سے بھی آشنا تھے آپ کو فارسی اور ترکی (عثمانی) زبان کے سینکڑوں اشعار آخری عمر میں بھی زبانی یاد تھے۔ آپ سیدنا حضرت فضل عمر کے تبحر علمی پر انگشت بدنداں تھے۔ اور امامت احمدیہ کے فدائی اور عاشق تھے۔

مکرم شناسی صاحب نے سلسلہ کی متعدد کتب کا انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کیا تھا۔

آپ نے خاکسار کو ایک قرآن مجید دیا تھا کہ اسے مرکزی لائبریری میں رکھوا دوں یہ قرآن کریم آپکو والدہ صاحبہ نے اپنی تمام اولاد کو اس وصیت کے ساتھ دیا تھا کہ وہ اس پر عمل کریں۔ یہ قرآن کریم لائبریری ربوہ میں محفوظ ہے۔ آپکی دی ہوئی بعض دیگر ترکی اور فارسی کتب بھی لائبریری میں موجود ہیں۔

مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خواجہ عبدالغفار ڈار

صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان

(کشمیری احباب کے تاثرات)

پیارے برادرم مکرم و محترم جناب نسیم سیفی صاحب۔ عرصہ دراز کے بعد حاضر خدمت ہو رہا ہوں اگر مناسب سمجھیں تو خطوط کے کالموں میں ایک جداگانہ صفحہ "الفضل" کا مختص فرما کر میری یہ جذباتی باتیں شائع فرمادیں۔

آپ کے ذوق کے مطابق اس تحریر کا عنوان "ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا" بھی ہو سکتا ہے۔ کمی بیشی کانٹ چھانٹ کے جملہ حقوق آنمکرم کو حاصل ہیں۔ ہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ کے گیمبیا میں دعوت الی اللہ کا ایک نہایت عمدہ پھل ہمیں بھی یہاں دیکھنا نصیب ہوا۔ مختصر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گیمبیا کے ایک معزز اور مخلص احمدی دوست لامین جوارا صاحب جن کا اصل نام شاید الامین ہے اور جوارا ان کی قوم ہے پاکستان کسی سیمینار میں تشریف لائے تھے مکرم ڈاکٹر سید ضیاء الحسن صاحب کے ذریعہ سے احباب جماعت راولپنڈی نے بھی ان سے ملاقات کی ایک مختصر سی تقریب پیدا کی۔ ان کے ساتھ یہ ملاقات ایک دلچسپ سوال و جواب کی محفل بن گئی۔ دیگر بہت سے سوالات کے انہوں نے جوابات دیئے۔ ہمارے مربی صاحب کے سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جب وہ طالب علم تھے تو انہوں نے آپ کا مصنفہ سوال و جواب کا کوئی ٹریکٹ پڑھا جو نہایت مدلل تھا۔ اس کے مطالعہ سے وہ احمدی ہو گئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے بڑے اچھے اچھے کام آپ نے سر انجام دیئے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راولپنڈی میں نئے نئے پھل عطا کرے

برصغیر کی تقسیم سے قبل حضرت فضلِ عمر کا دورِ امامت تھا۔ مجھے اس دور کی اپنی دس سالہ طالب علمی کے زمانے کی بات بات یاد ہے۔ یہ دور بھی سلسلہ کی ترقیات اور عروج کا زمانہ تھا۔ دسمبر کے آخری دنوں میں ہر سال جلسہ سالانہ ہوا کرتا تھا۔ بٹالہ سے پا پیادہ قادیان کا سفر بھی یاد ہے۔ پھر ریل آئی تو بہت سے طالب علم قادیان سے بٹالہ آتے اور ریلوے سٹیشن سے جب پہلی بار قادیان کے لئے ریل جاری ہوئی تو ہم طالبعلموں نے بھی دیگر مسافروں کے ساتھ یہ پہلا ریل کا سفر کیا۔ متحدہ ہندوستان نسبتاً ایک غریب ملک تھا۔ رسل و رسائل کی کمی اور عام غربت بھی تھی مگر احمدی احباب کے اخلاص اور جوش و جذبے میں کوئی کمی نہ تھی۔ میں ہر سال دیکھا کرتا تھا کہ گزشتہ سال کے بالمقابل اس سال ہزاروں کی تعداد میں زائرین جلسہ سالانہ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انتظامات میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا انہماک اور رضاکاروں کی انتھک ڈیوٹیاں دینا اور خدمت کرنا یہ سب باتیں خوب یاد ہیں اور ہمیشہ یاد رہنے والی ہیں۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے بلند و پست پہاڑی علاقوں۔ راجوری۔ پونچھ جموں وغیرہ سے بھی کافی دوست آیا کرتے تھے مگر وادی کشمیر کے احمدی احباب رسل و رسائل اور سفری وسائل کی غیر معمولی کمی کی وجہ سے بہت کم تعداد میں نظر آیا کرتے تھے۔ ان کا دور گذر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کے درجات بلند فرمائے۔ اس دور سے قبل حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرمائے کے زمانے سے کشمیری احباب کی قادیان میں آمد و رفت زیادہ عجیب واقعہ ہے۔ واقعی وادیٔ کشمیر کے احمدیوں میں دین حق کی محبت اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھر دی ہوئی ہے۔ اسی لئے حضور کے ہی زمانے میں کشمیر کے کونے کونے میں احمدیت کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ باوجود رسل و رسائل کی کمی۔ دور افتادگی اور تعلیمی پسماندگی کے احمدیت کو اسی زمانے میں وہاں پر اثر و نفوذ حاصل ہوا ہے جو (سب تعریف اللہ کے لئے ہے) نسلاً بعد نسلٍ کشمیر میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی پذیر دکھائی دے رہا ہے۔

یوں تو بہت سی باتیں قابل ذکر اور قارئین الفضل کی دلچسپی کا موجب ہو سکتی ہیں مگر میں نے کوئی لمبی داستان تحریر نہیں کرنی۔ اس زمانے کی ایک بات عرض کر دوں کہ راولپنڈی اور جموں کے دو شہر تھے جہاں سے دو سڑکیں کشمیر کو آتی جاتی تھیں۔ لاریوں اور بسوں میں بہت کم لوگ سفر کیا کرتے تھے۔ پیدل مسافت طے کرنے والے لوگ وادی سے جموں یا راولپنڈی کے راستے آیا جایا کرتے تھے۔ انہیں کم و بیش آٹھ دن کا سفر راولپنڈی یا جموں تک پہنچ جانے میں اختیار کرنا پڑتا تھا۔ ریوٹن سے ایک بزرگ رفیق حضرت فقیر محمد صاحب بھٹی جو کہ گوجر برادری سے تعلق رکھتے تھے براستہ ہموسان۔ جھمبرو گجرات صرف پانچ روز میں قادیان تک کا سفر پیدل کرتے رہے ہیں۔

میں اس وقت قادیان کے جلسہ سالانہ ۹۱ء کی بات کر رہا ہوں۔ اس سال کا یہ صد سالہ جلسہ سالانہ غیر معمولی اہمیتوں کا جلسہ ثابت ہوا ہے۔ جتنے بھی دوستوں نے گذشتہ سال کے اس جلسہ سالانہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی ہے۔ انہوں نے بہت ہی روح پرور باتیں سنائی ہیں۔ قادیان کے ہندوؤں کی خوش اخلاقی اور سکھوں کی مہمان نوازی کے دلچسپ واقعات بتائے خود حضرت امام جماعت رابع نے بھی لندن پہنچ کر ایک خطبہ میں یہ حالات ارشاد فرمائے ہیں۔ سن سن کر حیرت اور خوشی ہوتی ہے کہ یہ قادیان بھی کیا عجیب و غریب بستی ہے

ع ہے نرالا رنگ میں اپنے سمائے قادیان

اس سال کے اس جلسہ سالانہ میں میرے کشمیری احباب نے تو بفضلہ تعالیٰ ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ تقسیم سے قبل وادیٔ کشمیر کی حاضری نہایت قلیل ہوا کرتی تھی۔ مگر تقسیم ملک کے بعد جونہی قادیان میں جلسہ سالانہ کے قیام کا اہتمام شروع ہوا کشمیری احباب کی وادیٔ کشمیر سے قادیان آمد و رفت میں اضافہ ہوتا رہا اور ہر سال تدریجی طور پر یہ حاضری سینکڑوں تک پہنچتی رہی۔

اس سال چونکہ حضرت مرزا غلام احمد آف قادیان اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے کے چوتھے جانشین حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی لندن میں آمد اور کسی امام جماعت کا ۴۴ سال کے بعد قادیان میں ورود مسعود ہونا تھا اس امر نے صد سالہ جلسہ سالانہ کو ایک عظیم الشان جشنِ صد سالہ کی شکل دیدی اور والہانہ طور پر دور دراز سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین نے اس جلسہ میں شرکت کی ہے (پس سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے)

مختلف جہتوں سے جو تفصیلی حالات خاکسار تک پہنچے ہیں۔ میں ذمہ داری کے ساتھ یہ تحریر کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں وادیٔ کشمیر کے مخدوش سیاسی حالات۔ وہاں کی غیر معمولی بدامنی اور خوف و ہراس کے ماحول کے باوجود چار ہزار سے بھی کچھ زیادہ احباب نے اس جلسہ میں شمولیت کی ہے اور یہ امر میرے لئے بطور خاص خوشی کا موجب ہوا۔ میرے بیٹے عزیزم عبدالقیوم ڈار نے جو فوٹو مجھے دکھائے اور جو حالات زبانی سنائے اُن سے واضح ہوتا ہے کہ بعض کنبے اور خاندان واقعی اپنے گھروں پر تالے لگا کر سب کے سب قادیان دیوانہ وار پہنچے تھے۔ مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میرے وطن دار احمدی بھائیوں بہنوں نے اس جلسہ کی غیر معمولی برکات سے وافر حصہ حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص ان کے جان و مال میں برکت دے۔ میں حضور کی ان دعاؤں کے لئے بھی شکر گزار ہوں جو حضور پُرنور نے ان محروم زیارت دوستوں کے لئے کی ہیں جو رکاوٹوں کی وجہ سے شامل جلسہ نہ ہو سکے۔ خاکسار کو بہت سے کشمیری احباب نے خطوط لکھ کر نوازا ہے۔ ان میں سے قارئین "الفضل" کی خدمت میں صرف تین عزیزوں کے خطوط پیش کرتا ہوں۔

۱۔ مکرم سید عبدالحیٔ صاحب شاہ ایم اے ناظر اشاعت ربوہ لکھتے ہیں:

"قادیان جلسہ سالانہ کے حالات کے سلسلہ میں مزید کیا لکھوں۔ بہرحال ایک روح پرور تجربہ تھا۔ حضور نے ازراہِ شفقت ہمارے ہم وطنوں کو خصوصیت سے بہت نوازا۔ حضور نے کشمیری احباب کو تین دفعہ ملاقات کا شرف بخشا۔ پھر حضور نے کشمیری مردوں کے لئے ملاقات۔ مصافحہ اور مختصر تعارف کے لئے الگ وقت دیا۔ اسی دن کشمیری خواتین کو بیت المبارک میں وقت دیا اور ان سے حضور کے استقبال کی خوشی میں کشمیری خواتین کا نعتیہ کلام سنا۔ حضور کی خواہش پر اسے ریکارڈ کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ چنانچہ حضور نے وہ کیسٹ اپنے ٹیپ ریکارڈر سے سنی۔ حضور نے خطبہ جمعہ اور اس سے پہلے ایک تقریر میں خاص طور پر کشمیری احمدیوں کا بہت اچھے انداز میں ذکر کیا۔ باوجود حالات کی خرابی اور موسم کی شدت کے اس قدر کثرت سے کشمیری احباب کی جلسہ میں شمولیت سے حضور بہت خوش ہوئے۔ کشمیری زبان میں اشعار غلام نبی صاحب ناظر نے خاکسار کی فرمائش پر لکھے تھے"۔

۲۔ صوبہ کشمیر کے ... عبدالحمید صاحب ٹاک نے اس صد سالہ کے متعلق لکھا:

"آپ نے صد سالہ جلسہ اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی قادیان میں تشریف آوری کے سلسلہ میں زبانی تو بہت کچھ سنا ہو گا حقیقت یہ ہے کہ زبان بیان کرنے سے اور قلم تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ چالیس سال کے طویل عرصہ کے بعد ایک روحانی ماحول جس میں خود امام جماعت موجود تھے

باقی صفحہ ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لجنہ کالم

س۔ ہر فرد جماعت کو قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ سیکھنے کی تحریک کب ہوئی؟

ج۔ قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ۴ فروری ۱۹۶۶ء کو اس تحریک کا اعلان فرمایا کہ ہر فرد جماعت قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور ترجمہ سیکھنے کی طرف توجہ دے۔

س۔ بچوں اور عورتوں کو قرآن کریم پڑھانے کا اہم کام لجنہ کے سپرد کب ہوا؟

ج۔ ۴ اپریل ۱۹۶۶ء کو حضور نے یہ کام لجنہ اماء اللہ کے سپرد فرمایا۔

س۔ تحریک وقف عارضی کی ابتدا کب ہوئی اور خواتین کو اس میں شمولیت کی اجازت کب ہوئی؟

ج۔ ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء کو تحریک وقف عارضی کی ابتداء ہوئی۔ اور لجنہ اماء اللہ کی درخواست پر شوریٰ ۱۹۶۸ء کے موقعہ پر خواتین کو اس میں حصہ لینے کی اجازت ملی۔

س۔ تنظیم موصیات کب قائم ہوئی؟

ج۔ ۵ اگست ۱۹۶۶ء کو قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث نے تنظیم موصیات قائم کرنے کا ارشاد فرمایا اور اس کی نگران کا عہدہ نائب صدر موصیات مقرر فرمایا۔

س۔ قدرت ثانیہ کے دور ثالث کی تحریکات میں سے تیسری تحریک کونسی تھی؟

ج۔ تحریک وقف جدید برائے اطفال و ناصرات۔ قدرت ثانیہ کے دور ثالث کی تحریکات میں سے تیسری عظیم الشان تحریک ہے جس کا مقصد بچپن سے ہی بچوں اور بچیوں میں قربانی کی روح پیدا کرنا ہے۔

س۔ بیت نصرت جہاں (بیت الذکر ڈنمارک) کے لئے کل کس قدر چندہ خواتین نے جمع کیا؟

ج۔ تین لاکھ کی بجائے چھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھبیس روپیہ کی رقم ادا کی۔

س۔ ۱۹۶۶ء میں صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ اور سیدہ مہر آپا صاحبہ نے کن مقامات کا دورہ کیا؟

ج۔ پشاور، مردان، نوشہرہ، ایبٹ آباد، کیمبل پور، راولپنڈی، واہ کینٹ، اور لاہور کی لجنات کا صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ اور سیدہ مہر آپا صاحبہ نے دورہ کیا۔

س۔ جلسہ سالانہ جنوری ۱۹۶۷ء کے موقعہ پر خواتین کو ٹھہرانے کے لئے کونسی عمارتیں استعمال میں آئیں۔ مستورات کی کل تعداد کتنی تھی؟

ج۔ دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ جامعہ نصرت اور نصرت گرلز ہائی سکول کی عمارتیں جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء کے موقعہ پر خواتین کی قیام گاہ کے طور پر استعمال ہوئیں۔ ان قیام گاہوں میں ۸۶۲۴ خواتین نے قیام کیا۔

س۔ بیت القمر دارالصدر غربی ربوہ کا نام کس نے تجویز کیا اور پانچ ہزار روپے کا عطیہ کس نے دیا؟

ج۔ یہ نام سیدنا حضرت فضل عمرؓ نے حضرت مرزا بشیر احمد کے (-) نام پر تجویز فرمایا تھا۔ محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری شاہ نواز صاحب نے ۵۰۰۰/- روپے کا عطیہ دیا۔

س۔ تیسری مرتبہ لوائے احمدیت کی تیاری میں کتنی رفیقات نے حصہ لیا؟

ج۔ بیس رفیقات نے لوائے احمدیت کی تیسری مرتبہ تیاری میں سلائی کے لئے حصہ لیا۔

س۔ بیت نصرت جہاں ڈنمارک کا سنگ بنیاد کب اور کس نے رکھا؟

ج۔ ۶ مئی ۱۹۶۶ء کو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید نے بیت نصرت جہاں کا سنگ بنیاد رکھا۔

س۔ جامعہ نصرت میں سائنس بلاک کب قائم کیا ہوا۔ لجنہ اماء اللہ کے ذمے کس قدر خرچ لگا؟

ج۔ ۱۹۶۷ء کی شوریٰ میں قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث نے جامعہ نصرت میں سائنس بلاک قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا جس کا نصف خرچ لجنہ اماء اللہ نے برداشت کیا۔ لجنہ نے ۷۵۰۰۰ روپیہ پیش کیا۔

س۔ بیت نصرت جہاں ڈنمارک کا افتتاح کب ہوا؟

ج۔ ۲۱ جولائی ۱۹۶۷ء کو قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے بیت نصرت جہاں ڈنمارک کا افتتاح فرمایا۔

س۔ ۱۹۶۷ء میں لجنہ اماء اللہ کی عہدہ داران نے کن مقامات کا دورہ کیا؟

ج۔ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ (اب پاکستان) اور سیدہ مہر آپا صاحبہ نے حیدرآباد سندھ، کراچی، ضلع گجرات کھاریاں منڈی بہاؤالدین اور گوجرانوالہ کی لجنات کا دورہ ۱۹۶۷ء میں کیا۔ اس کے علاوہ صدر صاحبہ لجنہ نے سرگودھا، لاہور اور مردان کی لجنات کی تربیتی کلاسز میں شرکت کی۔

س۔ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس ۱۹۶۷ء میں کتنی طالبات نے شرکت کی؟

ج۔ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس ۱۹۶۷ء میں ۲۶۹ طالبات نے حصہ لیا۔ ۱۰۴ طالبات ربوہ کی اور ۱۵۶ طالبات بیرون ربوہ کی لجنات کی تھیں۔

س۔ ۱۹۶۷ء میں لجنہ اماء اللہ نے کیا لٹریچر شائع کیا؟

ج۔ الاظہار لذوات الخمار کا دوسرا ایڈیشن المصابیح کا ایڈیشن اول اور یاد محمود (نظموں کا مجموعہ) اور احمدی بچیوں کے لئے (ناصرات الاحمدیہ کے لئے) جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ مرتبہ شیخ خورشید احمد صاحب لجنہ اماء اللہ نے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔

بقیہ: صفحہ ۴ سے آگے

ایک نادر اور مثالی موقعہ تھا۔ فضا معطر تھی۔ عجیب کیفیت تھی۔ مرد و زن گلی کوچہ بزبان حال پکار رہے تھے

اے کہ آمدنت باعث برکت و خوشنودئ ما

اپنے وطن عزیز کے کشمیری احباب جو قادیان تشریف لائے تھے اور جو وطن سے دور ہیں۔ ان تمام احباب کے لئے سو سو مبارک ہے کہ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے پیار دیا اور اظہار خوشنودی فرمایا۔ اپنے خطابات میں ہم بیکسوں کا ذکر فرماتے رہے۔ جس کے لئے ہم احسان مند ہیں اور یہ امر ہماری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے" مکرم شاکس صاحب نے خط کے آخر پر لکھا۔

"احباب کشمیر ہزاروں کی تعداد میں قافلہ در قافلہ بسوں میں سوار سیدھے قادیان پہنچے تھے اور کئی مقامات سے اپنے گھروں پر تالے چڑھا کر جملہ افراد خاندان سمیت آئے ہوئے تھے۔ آسنور والوں کا بھی یہی حال تھا۔ ایسے مقامات پر جو خدام ڈیوٹی دیتے رہے جب جلسہ کے بعد حضور کی ملاقات کے لئے دیوانہ وار قادیان پہنچے تو حضور نے عدیم الفرصتی کے باوجود خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے نہ صرف انہیں شرف ملاقات عطا فرمایا بلکہ وڈیو تصویریں بنانے کے لئے بھی وقت مرحمت فرمایا۔ احباب حیران تھے کہ اس قدر شفقت کا سلوک۔ وادی کشمیر سے ڈیڑھ سو کے قریب غیر از جماعت دوست بھی آئے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں نے بیعت بھی کر لی ہے۔ دیگر لوگ اچھا اثر لے کر گئے ہیں۔"

۳۔ کراچی سے ملک ڈاکٹر عبدالغنی صاحب

جو میرے گاؤں آسنور کے رہنے والے ہیں اور میرے نہایت عزیز ہیں ان کا خط تو پورا مضمون ہے۔ جستہ جستہ ایک حصہ ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں "قادیان کا جلسہ واقعی تاریخی تھا۔ نصف صدی سے تشنہ ہندوستان کی جماعتیں اور دس سال سے تشنہ پاکستان کی جماعتیں ہزاروں کی تعداد میں قادیان پہنچی ہوئی تھیں تاکہ صحیح رنگ میں پیارے آقا کی زیارت سے اپنی تشنگی دور کر سکیں۔ جلسہ سالانہ کی کیفیت اور وہاں امام جماعت کی موجودگی تشنہ روحوں کی تڑپ۔ وہاں کے یادگار مقامات مقدسہ وہاں کے کوچے اور یادگار گلیاں۔ آئمہ کے مبارک وجود اور ان کی یادگاریں یہ سب کچھ دل کی گہرائیوں سے محسوس کرنے کی باتیں ہیں۔ وطن عزیز کے تقریباً چار ہزار شیدائی۔ شمع احمدیت کے پروانے اور امامت کے دیوانے خوف و ہراس۔ وہاں کے مخدوش حالات و مشکلات کے باوجود کشمیر کے کونے کونے سے آئے ہوئے تھے۔ امام جماعت کی محبت اور کشش کس طرح ان دیوانوں کو کھینچ لائی یہ سارا نظارہ دیدنی تھا آپ کے اور میجر مبارک احمد ڈار کے نہ پہنچنے کا بہت احساس اور دکھ ہوا"

ملک صاحب آگے لکھتے ہیں "محترم بھائی صاحب کشمیر میں احمدیت کا مستقبل تابناک ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تاحیات ہر سال امام جماعت کی موجودگی میں ہم سب کو وہاں جانا نصیب کرے اور ہماری ابدی آرام گاہیں بھی وہاں ہی ہوں اے رحیم و کریم خدا تو ہی غریب مصیبت زدہ اور مجبور و بے کس کشمیری احمدیوں پر رحم فرما۔ ان چار ہزار لوگوں کے اس جذبے اور لگن کی لاج رکھ۔ پوری کشمیری قوم کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما۔

ایک وضاحت

۲۳ اپریل کے شمارے میں صفحہ ۳ پر مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب کا ایک مضمون "حضرت مولوی محمد ذوالفقار علی خان صاحب گوہر" شائع ہوا ہے۔

مضمون "پیدائش و تعلیم" سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کا نوٹ ادارہ کے ایک رکن (نسیم سیفی) کا تحریر کردہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعارف

پرویز احمد خان

ایمنسٹی انٹرنیشنل

دنیا میں ہزاروں لوگ اپنے ناکردہ گناہوں کی بنا پر موت کی گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں یا اپنی تمام عمر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزار دیتے ہیں بعض لوگ معمولی غلطی پر غیر انسانی اور غیر فطری سزائیں برداشت کرتے ہیں دنیا کے ہر مذہب اور سیاسی گروہ کا بنیادی فلسفہ انسانیت کی بقا ہے لیکن عملاً بہت سی جگہوں پر اپنے اعتقادات یا سیاسی نظریہ کی بنا پر بتائے بغیر یا مقدمہ چلائے بغیر لوگوں کو قید میں رکھا جاتا ہے اذیت دی جاتی ہے۔ موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ یہ صورتحال بین الاقوامی ردعمل کی متقاضی ہے۔

انسانی حقوق کا تحفظ ایک عالمی ذمہ داری ہے جو قومی نظریاتی اور نسلی سرحدوں سے بلند ہے۔ یہی وہ بنیادی نظریہ ہے جس پر ایمنسٹی انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ایمنسٹی کے کام کی بنیاد اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے متعلق عالمی اعلامیہ پر رکھی گئی ہے۔ جن کا بین الاقوامی برادری نے اعلان کر رکھا ہے۔ ایمنسٹی کو دنیا کی بہت سی تنظیموں میں مبصر کا درجہ حاصل ہے اور اس تنظیم کو ۱۹۷۷ء میں اس کے کام اور کارکردگی کی بنا پر، عالمی امن کو تقویت دینے پر امن کا نوبل انعام دیا گیا۔

اس وقت یہ تنظیم پاکستان سمیت دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں سرگرم عمل ہے اس کے ارکان زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مختلف نقطہ ہائے نظر کی عکاسی کرتے ہیں۔

ایمنسٹی کی ابتداء ۱۹۶۱ء میں برطانیہ کے ایک وکیل پیٹر بننسن PETER BENENSEN کے ہاتھوں ہوئی۔ اس نے اپنے ایک مضمون کے ذریعے عالمی رائے عامہ کو ضمیر کے قیدیوں کی رہائی کروانے کی طرف توجہ دلوائی اور آج یہ تحریک ایک بڑھتی ہوئی عالمی تحریک بن گئی ہے۔ ایمنسٹی کی تحریک اندھیر نگری میں رہنے والے قیدیوں کے لئے زندگی کی ایک لہر بن چکی ہے۔ ایمنسٹی کو جب بھی سیاسی گرفتاریوں یا تشدد یا سزائے موت سے دوچار قیدیوں کے متعلق پتہ چلتا ہے تو وہ سب سے پہلے حقائق جمع کرنے پر توجہ دیتی ہے۔ لندن میں قائم انٹرنیشنل سیکرٹریٹ میں ایک شعبہ تحقیقات ہے۔ جو مختلف ذرائع سے معلومات و اطلاعات جمع کرتا اور ان کا تجزیہ کرتا ہے۔ ان ذرائع میں سینکڑوں اخبارات، جرائد، رسائل، نشریات، وکلاء اور انسانی بنیادوں پر کام کرنے والی تنظیموں کی رپورٹیں اور قیدیوں اور ان کے عزیزوں سے ملنے والے خطوط شامل ہیں۔

ایمنسٹی حقائق دریافت کرنے والے وفود بھی بھیجتی ہے۔ جو موقع پر جا کر تحقیقات کرتے، مقدمات کی کارروائی دیکھتے، قیدیوں سے ملاقاتیں کرتے اور حکام سے انٹرویو کرتے ہیں۔ اگر یہ واضح ہو جائے کہ اپنی آزادی سے محروم ہونے والے ضمیر کے قیدی ہیں تو پھر ایمنسٹی انٹرنیشنل ان افراد کی فوری اور غیر مشروط رہائی کے لئے متعلق حکام تک رسائی کرتی ہے خطوط لکھے جاتے ہیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر کی جاتی ہے۔ ممتاز شخصیات سے اپیلوں پر دستخط کروائے جاتے ہیں متاثرہ خاندان اور قیدی سے رابطہ رکھا جاتا ہے۔ ایک بات طے ہے کہ جب ایک دفعہ کسی قیدی کا معاملہ ذمے لے لیا جاتا ہے تو ایمنسٹی اس کی رہائی تک اپنی کوششیں ترک نہیں کرتی۔

ایمنسٹی کسی مخصوص حکومت نظریہ یا سیاسی نظام کی حمایت یا مخالفت نہیں کرتی اور نہ ہی یہ لازماً ان قیدیوں کے خیالات کی حمایت یا مخالفت کرتی ہے۔ جن کے حقوق کے تحفظ کے لئے یہ کام کرتی ہے۔ گذشتہ سال کے آخر میں ٹوکیو میں ایمنسٹی کے بین الاقوامی اجلاس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ تنظیم کے دائرہ کار کو بڑھا دیا جائے چنانچہ اب ایمنسٹی نہ صرف قیدیوں کے لئے کام کرتی ہے بلکہ دنیا میں ہر ناانصافی پر آواز بلند کرتی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل اپنے ارکان اور حامیوں کے عطیات پر انحصار کرتی ہے عطیات لیتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھی جاتی ہے کہ تنظیم کی دیانتداری متاثر نہ ہو۔ تحریک کی آمدن کا بڑا حصہ چھوٹے چھوٹے عطیات، رکنیت فیسوں اور چندہ جمع کرنے کی مقامی مہموں سے حاصل ہوتا ہے۔

امان اللہ امجد

وقف کرنا جاں کا ہے کسبِ کمال

جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے وہ خوش قسمت جماعت ہے جسے امامت کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ آج سے ایک سو سال قبل جب حضرت اقدس بانی سلسلہ نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو قادیان کی گمنام بستی سے اس روحانی سلسلہ کا آغاز کیا تو آپ کے دل میں اس بات کی بیحد تڑپ تھی کہ دنیا بھر میں دینِ حق کا پیغام پہنچایا جائے اور اس مقصد کی خاطر آپ نے جماعت کو اپنی زندگیاں خدا اور اس کے دین کی خاطر وقف کرنے کی تحریک فرمائی آپ فرماتے ہیں۔

”انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں ... (دینِ حق) کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔

پھر آپ فرماتے ہیں۔

”میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرکے کہہ سکے کہ میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو۔ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہو۔“ (ملفوظات جلد دوم)

حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

”زندگی کی علامت یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی جان لے کر آگے آئے اور کہے کہ اسے امام (جماعت) یہ خدا ....اور اس کے دین ..... کے لئے حاضر ہے۔ جس دن سے تم یہ سمجھ لو گے کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں بلکہ (دینِ حق) کے لئے ہیں جس دن سے تم نے محض دل میں ہی یہ نہ سمجھ لیا بلکہ عملاً اس کے مطابق کام بھی شروع کر دیا اس دن تم کہہ سکو گے کہ تم زندہ جماعت ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۵ء)

پھر آپ جماعت کے نوجوانوں کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کے لئے پیش کیا جاوے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالب علم آنے چاہئیں۔ سو ہوں تو بہتر ہے۔ جماعتیں ہم سے مربی ضرور مانگتی ہیں جب کوئی شخص ملتا ہے یہی کہتا ہے۔ ہماری طرف کوئی آدمی نہیں بھیجتے حیران ہوں کہ اتنی موٹی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ہم اپنے لڑکے نہیں بھجوائیں گے تو وہ لوگ (مربی) کہاں سے بھیجیں گے پس غلبۂ دینِ حق کی تقدیر جو ازل سے مقدر ہے وہ تو بہرحال پوری ہو کر رہے گی کیونکہ حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:

”قضائے آسمان است این بہرحالت شود پیدا“

ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی حضرت بانی سلسلہ کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے ان برکتوں اور نعمتوں کو حاصل کریں جس کا وعدہ خدا نے کر رکھا ہے۔ آج پھر قربانیوں کا دور ہے کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خدا کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آسمانِ احمدیت کے ستارے بن کر ہمیشہ چمکتے رہیں گے اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہمیشہ ان کے کاشانوں پر برستی رہیں گی۔ حضرت فضلِ عمر کیا خوب فرماتے ہیں۔

وقف کرنا جاں کا ہے کسبِ کمال
جو ہے صادق وقف میں ہے بےمثال
چمکیں گے واقف کبھی مانند بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:
”اعمال کے باغ کی سرسبزی پاکیزگی قلب سے ہوتی ہے ... وہی بامراد ہو گا جو کہ اپنے قلب کو پاکیزہ کرتا ہے۔“

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں کا کالم

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے اور اپنے والدین اور ساری جماعت کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے

○ ہمیں ہمیشہ خدا تعالیٰ کا فضل مانگتے رہنا چاہیئے۔ اگر دیکھا جائے تو سب باتیں فضل ہی میں آجاتی ہیں۔ ہماری ہر کامیابی اور ہر ترقی خدا کے فضل پر ہی منحصر ہے۔ اگرچہ ہر موقع کے لئے الگ الگ دعائیں بھی ہیں لیکن جامع مانع دعا تو یہی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال رہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں "بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتے ہیں اور احتیاطیں کرتے کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کا فضل ان کے ساتھ نہیں ہوتا اور ان کی دستگیری نہیں کی جاتی۔ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنی تجویز اور خیال سے اگر کوئی اصلاح نفس کرنے کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے"۔

حضرت اقدس کے اس ارشاد کے پیش نظر ہمیں ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے لئے دعا کرتے رہنا چاہیئے کام بھی کریں اور فضل بھی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بڑی بڑی کامیابیاں عطا کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

○ حضرت امام جماعت الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک حالیہ خطبہ میں فرمایا ہے کہ بیماری کی انتہائی شدت میں حضرت بیگم صاحبہ نے کہا کہ آپ (یعنی حضور) صرف میرے لئے نہیں بلکہ دنیا بھر کے بیماروں کے لئے دعا کریں۔

پیارے بچو! یہ بات پلے باندھ لو۔ دعا کرو تو سب کے لئے دعا کرو۔ یہ نہیں کہ صرف اپنے لئے یا اپنوں کے لئے۔ سب کو اپنے سمجھیں اور سب کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود ہیں۔ ساری دنیا کو سب کچھ دے کر بھی اس کے خزانوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

○ گذشتہ کالم میں ہم آپ کو عزیز رشید اللہ کا ایک مضمون مطالعہ کے لئے دینا چاہتے تھے لیکن کتابت کے باوجود شامل اشاعت نہ کر سکے۔ اب وہ مضمون شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ پڑھیں اور اگر آپ کو بھی سیر کا موقع ملے تو اپنے خیالات کا ضرور اظہار کریں۔ اسی طرح کہتے ہیں دئے سے دیا جلتا ہے۔ عزیز رشید اللہ نے دیا جلایا ہے آپ بھی اس سے ایک دیا جلائیں۔

حضرت امام جماعت الثالث اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر رحمتیں نازل فرماتا رہے نے ربوہ کے سب اطفال خدام اور انصار کو فرمایا تھا کہ جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد دو گھنٹے کی سیر کیا کریں اور اس سیر میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے جو نظارے دیکھیں انہیں الفاظ میں لکھیں چنانچہ ان دنوں جو کچھ اطفال خدام اور انصار سیر کے بعد لکھتے تھے وہ مقابلہ کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا اور اول دوم اور سوم قرار پانے والوں کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اسی طرح کی ایک اول آنے والی تحریر ہم آپ کو سناتے ہیں یہ تحریر عزیزم رشید اللہ صاحب ابن مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب نے لکھی:

"ہم کالج سے گروپ بن کر نکلے اور باسکٹ بال کی دو گراؤنڈیں ہیں اور ایک گراؤنڈ ہائی سکول کی ہے اور آگے بہت سے گھر تھے۔ ایک گھر کے آگے گل عباسی لگی ہوئی تھی۔ تین کوٹھیاں بہت خوبصورت تھیں اور یونیورسٹی میں بہت سے درخت لگے ہوئے تھے اور وہاں دو کتے بھی تھے اور ایک لڑکا گھاس کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور پھر وہاں پٹھانوں کا ڈیرا بھی تھا۔ ان کے بیس اونٹ بھی تھے۔ وہ اپنا سامان لادنے کے لئے تیار تھے اور ایک پہاڑی تھی اس کے ساتھ مکان آباد تھے اور کنک (گندم) کے سٹے کاٹ کر دانہ نکال رہے تھے اور کنک کے سٹوں کا بہت بڑا ڈھیر تھا۔ وہاں لوبیے کے پودے بھی تھے۔ وہاں پر ٹٹیریاں بھی تھیں۔ وہاں ریت میں چھوٹے چھوٹے گڑھے نکالے ہوئے تھے اور انہوں نے دو دو انڈے دئے ہوئے تھے۔ وہاں سے بیت الاقصیٰ بھی نظر آتی تھی۔ اسی طرح کھیتوں میں چھوٹے چھوٹے کپاس کے پودے تھے اور وہاں مکئی کے بھی پودے تھے اور وہاں ایک کنواں بھی تھا جسے دو بیل چلا رہے تھے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں تمباکو بھی لگا ہوا تھا اور وہاں مشین سے ایک آدمی چارہ کاٹ رہا تھا۔ وہاں پہاڑی کے ساتھ مکان آباد تھے۔ اس گاؤں میں ایک بچہ رو رہا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک لڑکی پچھچ لے کر جا رہی تھی۔ وہاں پر دو بیل ہل جوت رہے تھے۔ ایک عورت بھی تھی اس کے سر پر ایک گھڑا بھی تھا۔ اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ دریا میں تھوڑا سا پانی تھا ہم تھوڑے سے پانی میں سے گذر گئے۔ تلچھی بھی تھی اور جو پہاڑی کے پاس گاؤں تھا وہاں ایک آدمی سٹوں میں سے دانے نکال رہا تھا۔ جب ہم واپس آرہے تھے وہاں بیت الحمد کے پاس نلکا لگا ہوا تھا۔ وہاں بہت سے لوگ تھے۔ وہاں پر پنجالی بھی تھی۔ جو دو بھینسوں کے گلے میں ڈالی جاتی ہے۔ وہاں پر کھمبوں کے ذریعے تاریں جا رہی تھیں۔ جہاں بجلی کی لائٹ جا رہی تھی۔ دور سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہاں ٹیوب ویل لگا ہوا ہے۔ اور وہاں پر پل بھی نظر آرہا تھا اور پل کے بیچ میں سے گاڑی جا رہی تھی۔ اس کے اوپر کے پل پر بس جا رہی تھی۔ شمال کی طرف سے ایک ٹانگہ بھی آرہا تھا۔ دریا کی دو شاخیں نکلتی تھیں۔ دونوں شاخوں کے درمیان تلچھی کے بہت سے پودے تھے"

دیکھا آپ نے اسی چھوٹی سی تحریر میں کتنی باتیں لکھی ہیں۔ آپ بھی سیر کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کریں تو ہمیں ضرور بھیجیں۔

○ عزیزہ فوزیہ رحمان لکھتی ہیں:

مجھے وہ لوگ اچھے لگتے ہیں جو دوسروں کے جذبات کا خیال رکھتے ہوں۔ جو والدین اپنی اولاد کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتے ہوں۔ جو اساتذہ پیار اور محبت سے اپنا علم اپنے شاگردوں کو دیتے ہوں جو بچے ہر وقت ہنستے مسکراتے رہیں جو لوگ دوسروں کو خوش رکھتے ہوں۔

○ عزیزہ رضیہ سلطانہ نے اپنی ڈائری میں سے چند ایک باتیں ارسال کی ہیں وہ لکھتی ہیں۔

خوشیوں کا حصول اپنے لئے بس میں نہیں ہوتا۔ دوسروں کو مسرتیں دینا ہمارے بس میں ضرور ہوتا ہے ہمارے ایک لمحہ کی مسکراہٹ دوسروں کو کئی لمحوں کا سکون بخشتی ہے۔ مسکراہٹ کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس کا نفع بہت بڑا ہے۔ یہ ایک لمحہ میں گذر جاتی ہے لیکن میٹھی یاد بہت چھوڑ جاتی ہے۔ اگر دل میں پیار کا جذبہ ہو تو خود مضبوط چٹان بنالیں جسے زمانہ کا تند و تیز طوفان اڑا کر ساتھ نہ لے جائے۔ پھول پھول ہی رہتا ہے چاہے اسے کوئی نام دے دو۔

○ عزیزہ شمس النساء خان نے اپنے نانا جان چوہدری عبد السلام صاحب امیر جماعت ڈگری گھمناں کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے لیکن یہ مضمون اتنا لمبا ہے کہ ہم اس چھوٹے سے کالم میں اسے پیش نہیں کر سکتے۔ اگر شمس النساء اسے مختصر کر کے بھیجیں تو ہم خدا کے فضل سے اسے ضرور شائع کریں گے۔

ایک لطیفہ

○ ایک بچہ روتا ہوا باپ کے پاس پہنچا تو ماں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی بچے نے روتے ہوئے بتایا ابا دیوار میں کیل ٹھونک رہے تھے۔ ہتھوڑی ان کے انگوٹھے پر لگ گئی۔ ماں نے کہا اچھے بچے کبھی ایسی باتوں پر رویا کرتے ہیں۔ تمہیں تو ہنس دینا چاہیئے تھا۔ بچے نے کہا امی جان میں ہنسا ہی تو تھا۔ یعنی جب ابا کے انگوٹھے پر ہتھوڑی آن لگی اور بچہ ہنسا تو ابا نے غصے میں آکر بچے کو ایک چپت لگائی اور وہ رونے لگ پڑا اور اسی طرح روتا روتا امی کے پاس آیا اور یہ لطیفہ مرتب ہو گیا۔

اچھا خدا حافظ

بقیہ: صـ۳ سے آگے

نے ایک بار خاکسار سے ذکر فرمایا کہ ایک بار آپ ترکی کے سفر پر تھے۔ اور انقرہ میں مقیم تھے۔ مکرم جنرل اختر حسین ملک صاحب نے آپ کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام فرمایا جس میں سول اور فوجی افسران نے شرکت کی۔ ایک بہت بڑے افسر نے باتوں باتوں میں مکرم صاحبزادہ صاحب سے ذکر کیا کہ شناسی حسن صاحب اتنے قابل آدمی ہیں کہ اگر آپ سیاست میں حصہ لیتے اور کوشش کرتے تو آج جمہوریہ ترکی کے صدر ہوتے۔ لیکن انہوں نے گوشہ گمنامی میں رہنا پسند کیا اور خدمت دین کو سیاسی اقتدار پر ترجیح دی۔

احباب سے درخواست دعا ہے کہ مولا کریم آپ کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آپ کی وفات سے ترک احمدی احباب و خواتین ایک صاحب علم اور پر از شفقت بزرگ سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اس کمی کو اپنی رحمت سے پُر فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ سندھ حکومت نے لوگوں کو اپنے دفاع کے لئے اسلحہ کی مفت فراہمی شروع کر دی ہے صوبائی وزیر اعلیٰ نے توقع ظاہر کی ہے کہ آئندہ ایک سال کے دوران صوبے میں امن قائم ہو جائے گا۔ اور ڈاکوؤں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ امن وامان کی موجودہ صورتحال میں سیاسی اور بیرونی ہاتھ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

○ سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ ڈاکٹر جاوید اقبال نے "یوم اقبال" کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی ہے کہ ملک سے اسلام کا سیاسی منفی استعمال بند کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے ساتھ یہاں "سیاست" ہو رہی ہے۔

۷۷ء کی تحریک کا مقصد صرف بھٹو کا ہٹانا تھا۔ ہماری فیڈرل شریعت کورٹ آزاد نہیں۔ صدر اس کے دونوں ججوں کو ہٹا چکے ہیں۔ مسلم لیگ کے بارہ میں انہوں نے کہا کہ وہ اب تک تین دفعہ مارشل لاء کے سہارے اقتدار میں آ چکی ہے۔ موجودہ حکومت خود غداروں کے ساتھ بیٹھی ہے لیکن تنقید اپوزیشن پر کرتی ہے۔ محترمہ بے نظیر کے دور میں سینٹ اور صدر نے شریعت بل صرف بے نظیر حکومت کو اسلام سے خوفزدہ کرنے کے لئے منظور کیا۔ اب موجودہ حکومت اس پر خاموش ہے۔

○ ایک اور بیان میں انہوں نے کہا کہ آج بھی مارشل لاء لگ جائے تو سپریم کورٹ اسے جائز قرار دے دیگی۔ ہماری عدلیہ کو جمہوری دور میں مارشل لاء کی نسبت زیادہ مشکلات درپیش ہوتی ہیں ہمارا آئین گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی ترمیم شدہ شکل ہے۔ صدر کے پاس گورنر جنرل جیسے اختیارات ہیں۔

○ دفتر خارجہ کے ترجمان نے بتایا ہے کہ اقوام متحدہ نجیب اللہ کی کابل سے "محفوظ رخصتی" میں ناکام رہا ہے اور پاکستان سے مسلسل اس سلسلہ میں رابطہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن جب باقاعدہ درخواست کی جائے گی تو ہم تعاون کریں گے۔

○ متحدہ علماء کونسل نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ افغانستان میں خانہ جنگی حرام ہے۔ لاہور کے ۱۰۰ علماء کا وفد افغان مجاہدین میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے پشاور جائے گا۔ علماء کونسل نے حکومت پر الزام لگایا کہ وہ امریکہ کے اشاروں پر چل رہی ہے۔

○ وفاقی شرعی عدالت کے ریٹائرڈ چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین جنہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دینے کا فیصلہ لکھا تھا۔ نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے ملک میں فرقہ بندی کو فروغ دیا اور مُلّا ازم کی حمایت کی۔ ضیاء الحق نے میرا ایک فیصلہ تبدیل کرانے کی کوشش کی تھی لیکن بھٹو کیس میں مداخلت نہیں کی انسان اس سے بڑا نہیں ہوتا کہ وہ کسی سے کتنا جھک کر ملتا ہے یا کار تک چھوڑنے آتا ہے۔ ضیاء الحق نے اقتدار کو ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔

○ مصر کے صدر حسنی مبارک نے صدر قذافی سے ملاقات کے بعد کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے ساتھ لیبیا کا جھگڑا حل ہونے کی امید پیدا ہو گئی ہے۔

○ بھارت نے پاکستان کے ایک سفارتکار ارشد علی پر جاسوسی کا الزام لگاتے ہوئے انہیں فوری طور پر ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔

○ خلیج ٹائمز نے افغانستان کی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موجودہ حالات میں امریکہ اور ایران کے مابین مشترکہ مفادات کی وجہ سے تعاون کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔

بقیہ: صدا سے آگے

کا اظہار کرے گا اور اس طرح بڑوں کی نماز میں بدمزگی اور خلل واقع ہوگا۔ پھر اس حکم کا یہ فائدہ بھی ہے کہ ان کے اندر تربیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ابھی ہم سیکھ رہے ہیں اور جب تک سیکھ نہ لیں۔ ہمارا حق نہیں کہ آگے کھڑے ہوں۔ پس جب تک بچپن میں تربیت کامل نہ ہو، آئندہ نسل اخلاق فاضلہ نہیں سیکھ سکتی۔"

(خطبہ عیدالاضحیٰ فرمودہ ۲ جولائی ۱۹۸۵ء)